NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur

Vol.1, No.01, July to Dec. 2023,
Page No. 63- 76

فہم قرآن میں اسباب نزول کی افادیت

The Usefulness of the means of Revelation in the understanding of the Qur'an

Muhammad Akram, Ph.D. Scholar, Department of Quran O Tafsir, AIOU, Islamabad, Pakistan.

ABSTRACT

The Holy Qur'an is the best book of all the books of the world. The most read book in the world is only the Holy Qur'an. The sciences and books written for the interpretation of the Holy Qur'an are more than all the sciences and books that have been written for the explanation of any other knowledge or book. The sciences that have been formulated to understand the meanings and demands of the Holy Qur'an and to gain a correct understanding of its meaning are called "The Sciences of the Holy Qur'an" (Uloom ul Qur'an). One of the most important discussions in the Qur'anic Sciences is the "Causes of Revelation" (Asbab e Nuzool).

Reasons for revelation are of fundamental importance in determining the meanings and connotations of the verses. That's why, it is very important for the reader of the Holy Qur'an to know the causes of revelation and all the necessary matters related to it. In the article under review, introduction of the "Causes of Revelation", their importance and benefits in interpreting the Qur'anic verses, the principal and rule of "Causes of Revelation", their relevance with correlation of verses, the opinion of the scholars regarding it and many other related issues will be discussed.

Keywords: Qur'an, Causes, Revelation, Verses, Interpretation, Connotations.

ARTICLE INFO
Article History:
Received:
26-12- 2023
Revised:
28-12- 2023
Accepted:
29-12- 2023
Online:
31-12- 2023

CC BY

1. موضوع کا تعارف

قرآن کریم کی بہت سی آیات مبارکہ کے نازل ہونے کا سبب کوئی خاص واقعہ ہے جبکہ بہت ساری آیات ایسی ہیں جن میں کسی سوال کا جواب دیا گیا ہے یا ان میں کسی خاص مسئلہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اور زیادہ آیات مبارکہ ایسی ہیں جو کسی خاص واقعہ، سبب یا سوال کے بغیر نازل ہوئی ہیں۔ ایسے واقعات، اسباب یا سوالات جن کے نتیجہ میں قرآن کریم کی کچھ آیات نازل ہوئی ہوں، کو ان آیات کے حوالہ سے شان نزول یا سبب نزول کہا جاتا ہے۔ مفسرین کرام نے سبب نزول کی بنیاد پر مفہوم کو خاص کرنے کی یا متعین کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ آیت مبارکہ اس خاص واقعہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے اس کا مفہوم بھی خاص ہو گیا۔ بہت سارے مفسرین نے اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی ہیں، جس سے اس موضوع کی اہمیت واضح ہوتی ہے، جیسا کہ امام بخاریؒ کے استاذ علی بن مدینیؒ نے اس موضوع پر باقاعدہ پہلی کتاب لکھی ہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا آیا۔ اس موضوع پر تقریباً تمام مفسرین کرام علوم القرآن کی کتب میں بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ فہم قرآن میں سبب نزول کو بہت زیادہ مقام حاصل ہے۔

2. سبب نزول کا معنی و مفہوم

لفظ "سبب" لغت میں در حقیقت اس رسی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جس کے ذریعے پانی تک رسائی حاصل کی جاتی تھی، یعنی ڈول کے ساتھ باندھ کر جس رسی کے ذریعے ڈول کو کنویں میں پانی تک پہنچایا جاتا تھا اس رسی کو سبب کہتے تھے، پھر یہ اس استعارۃ ہر اس چیز کے لیے استعمال کیا جانے لگا جس کے ذریعے سے کسی چیز تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہو۔ اسباب نزول سے بھی چونکہ آیات کے معانی، مفاہیم اور مدلولات تک رسائی حاصل کی جاتی ہے، اس لیے انھیں اسباب نزول کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن اثیرؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

"وأصلُه مِنَ السَّبَبِ، وَهُوَ الحَبْل الَّذِي يُتوصَّل بِهِ إِلَى الماءِ، ثُمَّ استُعِير لكلِّ مَا يُتَوصَّل بِهِ إِلَى شَيءٍ، كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبابُ۔"[1]

"اور سبب کی اصل یہ ہے کہ یہ اس رسی کو کہا جاتا تھا جس کے ذریعے پانی تک رسائی حاصل کی جاتی تھی، پھر اسے ہر اس چیز کے لئے مستعار لیا گیا جس کے ذریعے کسی چیز تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا قول ہے" وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبابُ "(اور ان کے باہمی رشتے کٹ کر رہ جائیں گے)۔"

صاحب مناہل العرفان فی علوم القرآن سبب نزول کی تعریف اس طرح کرتے ہیں

"سبب النزول هو ما نزلت الآية أو الآيات متحدثة عنه أن مبينة لحكمه أيام وقوعه. والمعنى أنه حادثة وقعت في زمن النبي صلى الله عليه وسلم أو سؤال وجه إليه فنزلت الآية أو الآيات من الله تعالى ببيان ما يتصل بتلك الحادثة أو بجواب هذا السؤال۔"[2]

"سبب نزول وہ چیز ہے کہ اس کے واقع ہونے کے وقت ایک یا ایک سے زیادہ آیات نازل ہوئی ہوں اور ان میں اس چیز کے بارے میں بات کی گئی ہو یا اس کا حکم بیان کیا گیا ہو"

علامہ مناع بن خلیل القطان نے سبب نزول کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے

"هو ما نزل قرآن بشأنه وقت وقوعه كحادثة أو سؤال۔"[3]

"سبب نزول وہ چیز ہے جس کے واقع ہونے کے وقت اس کے متعلق قرآن نازل ہوا ہو جیسے کوئی حادثہ یا سوال۔"

مذکورہ بالا دونوں تعریفوں میں "واقع ہونے کے وقت" کی قید لگائی گئی ہے یہ بہت ضروری قید ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے سبب نزول کو ان واقعات وحادثات میں منحصر کیا گیا ہے جو آیات کے نازل ہونے کے وقت وقوع پذیر ہوئے ہوں، اور

Vol.1, No.01, July to Dec. 2023,
Page No. 63- 76

اس سے ان واقعات کو سبب نزول بننے سے خارج کیا گیا ہے جو آیات کے نزول کے بعد رونما ہوئے ہوں۔ مقبل بن ہادی الھمدانیؒ نے سبب نزول کو دو چیزوں میں منحصر کیا ہے: وہ لکھتے ہیں

"سبب النزول يكون قاصرا على أمرين:أحدهما: أن تحدث حادثة فينزل القرآن الكريم بشأنها كما في سبب نزول {تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ}، الثاني: أن يُسْأل الرسول صلى الله عليه وعلى آله وسلم عن شيء فينزل القرآن ببيان الحكم فيه كما في سبب نزول آية اللعان۔"[4]

"سبب نزول دو چیزوں پر منحصر ہوتا ہے ان میں سے ایک یہ کہ کوئی حادثہ پیش آجائے پھر اس کے متعلق قرآن نازل ہو جائے جیسے (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ) کے سبب نزول میں ہے اور دوسری یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی سوال پوچھا جائے کسی چیز کے بارے میں، پھر اس کے حکم کے بیان میں قرآن نازل ہو جائے جیسا کہ آیت لعان کے سبب نزول میں ہے۔"

ان تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ سبب نزول اس امر کو کہتے ہیں، جس کے بارے میں ایک یا ایک سے زیادہ آیات نازل ہوئی ہوں، ان آیات میں اس امر سے متعلق بحث ہوئی ہو، یا اس کا حکم بیان کیا گیا ہو اور یہ آیات اس امر کے واقع ہونے کے وقت نازل ہوئی ہوں۔ کیونکہ اگر آیات میں ایسے واقعے کی طرف اشارہ ہو، جو نزول آیت سے بہت پہلے پیش آیا ہو یا کوئی واقعہ یا حادثہ نزول آیت کے بعد پیش آیا ہو اور آیت میں اس کی طرف اشارہ یا اس کا حکم بیان کیا گیا ہو تو اس کو اس آیت کا سبب نزول نہیں کہا جائے گا۔

3. سبب نزول اور شان نزول میں فرق

سبب نزول اور شان نزول میں جمہور علماء کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے اور ان کے ہاں یہ دونوں مترادف ہیں، البتہ بعض حضرات ان کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ واقعہ یا حادثہ جس کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہو سبب نزول ہے جبکہ اس واقعہ یا حادثہ کے موضوع کے اعتبار سے اس کو شان نزول کہتے ہیں یعنی سبب نزول میں واقعہ کا موضوع ملحوظ نہیں ہوتا جبکہ شان نزول میں واقعہ کا موضوع ملحوظ ہوتا ہے، مثلاً سورۃ النساء کی یہ آیت مبارکہ

"لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۔۔"[5]

"جن مسلمانوں کو کوئی معذوری لاحق نہ ہو اور وہ (جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں) بیٹھے رہیں وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں۔۔"

یہ آیت عبد اللہ بن ام مکتوم جو ایک نابینا صحابی تھے کے متعلق نازل ہوئی ہے[6] چنانچہ عبد اللہ ابن ام مکتومؓ کے حوالے سے یہ سبب نزول ہے اور اصحاب عذر کے موضوع کے لحاظ سے شان نزول ہے۔

4. سبب نزول کی اہمیت

قرآنی آیات کی تفسیر میں اسباب نزول کی اہمیت مسلمہ حقیقت ہے، علماء کرام نے فہم قرآن کے لئے اسباب نزول کے سیکھنے پر بہت زور دیا ہے اور قرآن میں بصیرت کے حصول کے لئے اسباب نزول کی معرفت کو لازمی قرار دیا ہے۔ ابوالحسین علی بن احمد واحدیؒ جنہوں نے اسباب نزول پر پہلی باقاعدہ کتاب تصنیف فرمائی ہے اور ان کی کتاب کو امام سیوطیؒ نے اس سلسلے میں مشہور ترین قرار دیا ہے، وہ اسباب نزول سے متعلق فرماتے ہیں

"هي أوفى ما يجب الوقوف عليها، وأولى ما تصرف العناية إليها، لامتناع معرفة تفسير الآية وقصد سبيلها، دون الوقوف على قصتها وبيان نزولها۔"[7]

ISSN Online: 3006-8215
ISSN Print: 3006-8007

"اسباب نزول سے واقف ہونا اور اس کی طرف اپنی توجہ رکھنا بہت ضروری ہے اس لئے کہ آیت کی تفسیر کی معرفت اور اس کے مقصود کا حصول، اس کے واقعہ سے واقفیت اور اس کے نزول کے بیان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔"

اس حوالے سے علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

"معرفة سبب النزول يعين على فهم الآية فإن العلم بالسبب يورث العلم بالمسبب۔"[8]

"سبب نزول کی معرفت آیت کے سمجھنے میں مدد دیتی ہے کیونکہ سبب جاننا مسبب کے جاننے کا باعث بنتا ہے۔"

علامہ بدرالدین زرکشیؒ نے اپنی کتاب "البرهان في علوم القرآن" میں علامہ ابن دقیق العیدؒ کے حوالے سے لکھا ہے

"بيان سبب النزول طريق قوي في فهم معاني الكتاب العزيز"[9]

"سبب نزول کا بیان کتاب عزیز کے معانی سمجھنے کا مضبوط طریقہ ہے۔"

اس کے علاوہ اسباب نزول کے سمجھنے سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

سبب نزول کے جاننے سے آیت میں بیان کردہ حکم کی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس حکم کو اللہ تعالی نے کیوں مشروع کیا ہے اور کن حالات میں نازل کیا؟ جن لوگوں کا موقف یہ ہے کہ اسباب نزول میں سبب کے خصوص کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ عموم کا، ان کے نزدیک سبب نزول سے حکم کی تخصیص کا علم حاصل ہوتا ہے کہ یہ حکم کس صورت کے ساتھ خاص ہے۔ سبب نزول کی معرفت سے قرآنی آیات بہتر طریقے سے سمجھ آتی ہیں۔

بعض آیات کے ظاہر سے حصر سمجھا جاتا ہے لیکن سبب نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں حصر نہیں ہے جیسے

"قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ"[10]

"ان سے کہو کہ جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے، اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لئے حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو۔"

اس آیت میں بظاہر حصر معلوم ہوتا ہے لیکن سبب نزول سے پتہ چلتا ہے کہ حصر مراد نہیں ہے۔

شان نزول کی معرفت سے آیت کی تفسیر پر پیدا ہونے والا اشکال ختم ہوتا ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ہے

"لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ"[11]

"یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو لوگ اپنے کئے پر بڑے خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو انہوں نے کیے ہی نہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز نہ سمجھنا کہ وہ عذاب سے بچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔"

اس آیت مبارکہ سے ایک عمومی وصف جو اکثر لوگوں میں پایا جاتا ہے پر دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے جس سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پھر تو سب کو عذاب دیا جائے گا، چنانچہ جب ابن عباس کے سامنے جب یہ اشکال رکھ دیا گیا تو انہوں نے فرمایا

"وَمَا لَكُمْ وَهَذِهِ؟ إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ"[12]

"تمہیں کیا ہو گیا یہ آیت تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur

Vol.1, No.01, July to Dec. 2023,
Page No. 63- 76

5. آیات کی تفسیر میں اسباب نزول کی اہمیت کی چند مثالیں

قرآن کریم کا زیادہ تر حصہ سبب نزول کے بغیر نازل ہوا ہے اور اس کا سمجھنا اسباب نزول کی معرفت پر موقوف نہیں ہے تاہم اس میں بہت ساری آیات ایسی بھی ہیں کہ جن کے سمجھنے کے لئے سبب نزول کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند اہم مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

- سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى"[13]

"اے ایمان والو؛ تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حالت میں کہ تم نشہ میں ہو۔"

اس آیت کا شان نزول سامنے نہ ہو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن نے شراب کو حرام قرار دیا ہے تو یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ لیکن اگر شان نزول سامنے ہو تو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے ایک مرتبہ عبدالرحمن بن عوف کچھ صحابہ کے لئے دعوت تیار کی جہاں کھانے کے بعد شراب پی گئی، اسی حالت میں نماز کا وقت آیا تو ایک صحابی نے ان کو نماز پڑھائی اور نشے میں ہونے کی وجہ سے تلاوت کو خلط ملط کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر یہ شان نزول سامنے ہو تو ظاہر ہے کہ کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا ہے۔

- سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ"[14]

"بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، لہذا جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کے لئے اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان چکر لگائے، اور جو شخص خوشی سے کوئی بھلائی کا کام کرے تو اللہ یقیناً قدردان اور جاننے والا ہے۔"

یہاں آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حج اور عمرہ میں سعی کرنا ضروری نہیں ہے کوئی اگر اپنی مرضی سے سعی کرنا چاہے تو سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے، اور سعی کے بغیر حج اور عمرہ مکمل نہیں ہے۔ آیت کے ظاہری مفہوم سے یہی شبہ عروۃ بن الزبیر کو بھی ہوا اور انہوں نے اپنی خالہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اے بھانجے؛ اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا ہے تو آیت کی تعبیر اس طرح ہوتی کہ "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا" (یعنی کوئی گناہ نہیں اگر وہ ان کے درمیان طواف نہ کریں)۔ درحقیقت زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ پر دو بت اساف اور نائلہ رکھے گئے تھے جو فتح مکہ کے بعد ہٹا دیے گئے تھے، ان بتوں کے ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام کو شبہ ہوا کہ کہیں ان بتوں کی وجہ سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ناجائز نہ ہو گیا ہو، اس شبہ کو دور کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔[15] اور اس میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا کہ اب چونکہ بتوں کا صفایا ہو گیا ہے اور سعی اللہ کی رضا کے لئے کی جاتی ہے لہذا پہلے یہاں بتوں کے پائے جانے کی وجہ سے سعی میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا ہے۔

- سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"[16]

"ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں ہے جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اس چیز میں جسے وہ کھاتے ہیں جبکہ وہ اللہ سے ڈرتے ہوں، ایمان لائے ہوں اور نیک عمل کرتے ہوں، پھر اللہ سے ڈرتے ہوں، ایمان لائے ہوں اور نیک عمل کرتے ہوں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

اس آیت میں ایمان، عمل صالح اور تقوی کا ذکر تین مرتبہ ہوا ہے اور اس تکرار سے مقصد دوام، تاکید اور ثبات ہے۔یعنی جو لوگ ایمان، عمل صالح اور تقوی پر مرتے دم تک قائم رہے ان پر کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔اگر شان نزول سامنے نہ ہو تو "فِيمَا طَعِمُوا" کے لفظی اور ظاہری مفہوم سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں اسلام نے کوئی پابندی نہیں لگائی ہے اگر دل میں ایمان اور خوف خدا موجود ہو، تو انسان جو چاہے کھاپی سکتا ہے۔اور یہ صرف مفروضہ نہیں، بلکہ حضرت عمرنے جب حضرت قدامہ ابن مظعون صحابی پر شراب نوشی کا جرم ثابت ہونے پر کوڑے مارنے کا حکم صادر فرمایا تو انھوں نے کہا کہ تم مجھے کوڑے نہیں مار سکتے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" اور میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر، احد، خندق اور دوسرے غزوات میں بھی شرکت کی ہے۔حضرت عمرنے حاضرین مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کیا تم اس کا جواب دے سکتے ہو؟ اس پر عبد اللہ بن عباس نے فرمایا

"یہ آیت تو شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے وفات پانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔اب اگر کوئی عمل صالح کرنا چاہتا ہے تو وہ شراب نوشی چھوڑ دے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا ہے۔"[17]

اسی طرح مندرجہ ذیل آیات مبارکہ سے سبب نزول اور شان نزول کے بغیر صحیح مفہوم اخذ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔امثال یہ ہیں:

- سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ"[18]

"اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ہیں پس جدھر تم رخ کرلو، ادھر ہی اللہ کا رخ ہے۔"

اس آیت میں اگر شان نزول سامنے نہ ہو تو بالکل غلط مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے، یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جس طرف بھی رخ کیا جائے درست ہے۔کیونکہ مشرق و مغرب اللہ کی ہیں اور وہ ہر طرف موجود ہے۔حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے اور قرآن کریم نے خود قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری قرار دیا ہے۔چنانچہ اگر شان نزول معلوم ہو تو اس طرح کا کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں

جب مسلمانوں کو بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ تبدیل کرنے کا حکم ملا، تو یہودی اس پر اعتراض کرنے لگے کہ اس تبدیلی کی کیا وجہ ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمام اطراف اللہ کی ملکیت ہیں وہ جس طرف بھی رخ کرنے کا حکم دے اس طرف رخ کرنا ضروری ہے اس میں قیاسات اور اندازوں کی گنجائش نہیں ہے۔[19]

- بسا اوقات قرآن کریم ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ ان کا آیت کے پس منظر کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے اگر وہ پیش نظر نہ ہو تو معاذ اللہ یہ الفاظ بے معنی اور بے جوڑ معلوم ہوتے ہیں اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر اعتراض وارد ہوتا ہے لیکن سبب نزول سے اس کی حکمت معلوم ہو جاتی ہے اور الفاظ کا معنی اور مفہوم ٹھیک ہو جاتا ہے، مثلاً سورۃ الطلاق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ"[20]

"اور تمھاری وہ عورتیں جو حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو (ان کے بارے میں) شک ہو تو ان کی عدت تین

Vol.1, No.01, July to Dec. 2023,
Page No. 63- 76

مہینے ہے اور جن لڑکیوں کو ابھی حیض نہیں آیا ان کی بھی۔"

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سن رسیدہ عورتیں جو حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہوں ان کے بارے میں اگر شک ہو تب تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اگر شک نہ ہو تو ان پر کوئی عدت نہیں ہے، جیسا کہ اہل ظواہر نے اس آیت کا یہی مفہوم لیا ہے، حالانکہ ان کی عدت تین مہینے میں کوئی شرط نہیں ہے اور ہر صورت میں ان پر تین مہینے عدت گزارنا لازم ہے، یہ شرط کہ اگر تمہیں شک ہو، کا تعلق آیت کے پس منظر سے ہے۔ حضرت ابیؓ بن کعب فرماتے ہیں کہ جب سورۃ النساء میں عورتوں کی عدت بیان کی گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ جن کی عدت قرآن کریم میں بیان نہیں ہوئی ہے ایک تو وہ چھوٹی بچیاں جن کو ابھی ماہواری شروع نہیں ہوئی ہے اور ایک وہ سن رسیدہ عورتیں جن کو حیض آنا بند ہو گیا ہے اور تیسرے حاملہ عورتیں۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور اس میں ان عورتوں کی عدت بیان کر دی گئی۔

- اسی طرح قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے

"فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ۔"[21]

"پس جب تم افعال حج پورے کر چکو تو اللہ کو یاد کرو جیسے اپنے آباء کو یاد کرتے ہو۔"

آیت کا یہ حصہ کہ "جیسے تم اپنے آباء کو یاد کرتے ہو" اگر سبب نزول پیش نظر نہ ہو تو بے جوڑ اور بلا ضرورت معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ بات سمجھ سے بعید ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالی کی یاد کو اپنے آباواجداد کی یاد سے کیسے تشبیہ دی جا سکتی ہے؟ لیکن سبب نزول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں اس آیت میں وقوف مزدلفہ کی بات ہو رہی ہے اور ہوتا یہ تھا کہ مشرکین عرب زمانہ جاہلیت میں جب اپنے حج کے افعال سے فارغ ہوتے تھے تو یہاں آکر اپنے آباواجداد کے مفاخر بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اب یہاں آباواجداد کے کارنامے بیان کرنے کے بجائے اللہ تعالی کا ذکر کیا کرو، ان کی شیخیاں بگھارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ چند مثالیں تھیں جن سے واضح ہوا کہ اسباب نزول کو قرآن فہمی میں کس قدر اہمیت حاصل ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیات ہیں جن کے اسباب نزول سے واقف نہ ہونے کی صورت میں ان کے صحیح مفہوم تک رسائی مشکل ہے، جیسے غزوات سے متعلقہ آیات: اصحاب الاخدود، اصحاب کھف، اصحاب الفیل، موسی اور خضر علیہما السلام کا قصہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان طرازی اور انبیاء کے قصوں میں اگر شان نزول کی روایات پیش نظر نہ ہو تو آیات کے صرف لفظی معنی سے ان واقعات کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب نزول کو قرآن فہمی میں بڑا دخل ہے اور ان کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

6. اسباب نزول سے متعلق شاہ ولی اللہؒ کی رائے

اسباب نزول کے حوالے سے بعض لوگ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے اسباب نزول کو اہمیت نہیں دی ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، بلکہ جمہور علماء کی طرح ان کے نزدیک بھی قرآن فہمی کے لئے اسباب نزول کی معرفت بہت ضروری ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب الفوز الکبیر میں بیان کیا ہے

" قرآن کریم کی بعض آیات کے معانی صحیح طور پر اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتے، جب تک ان کے اسباب نزول کا علم نہ ہو۔ چنانچہ انھوں نے کسی لفظ کے صحیح معنی معلم نہ ہونے کے بارہ اسباب ذکر کئے ہیں ان میں تیسرا سبب "اسباب نزول کا یاد نہ رہنا" ذکر کیا ہے۔"[22]

ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں

"مفسر بننے کے لئے دو چیزوں کی معرفت شرط ہے ایک وہ واقعات جن کی طرف آیات میں اشارات پائے جاتے ہوں، کیونکہ ان آیات کے اشارات کو واقعات (اسباب نزول) کے جاننے کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا، دوسرے وہ قصے جن سے عام کی تخصیص یا کوئی اور فائدہ حاصل ہوتا ہو مثلاً آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرتے ہوں وغیرہ"[23]

البتہ شاہ صاحبؒ اسباب نزول سے متعلق پائے جانے والے افراط کی مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ وہ رقمطراز ہیں

"محمد بن اسحاق، واقدی اور کلبی نے قصہ آفرینی میں جس قدر افراط کی ہے (یعنی وہ ہر آیت کے تحت ایک قصہ لاتے ہیں) محدثین کے نزدیک ان کا اکثر حصہ صحیح نہیں ہے اور ان کے اسناد میں نقصانات ہیں ان لوگوں کے افراط کو علم تفسیر کے لئے شرط سمجھنا صریح غلطی ہے اور اس کے حفظ پر فہم کتاب اللہ کو موقوف خیال کرنا دراصل کتاب اللہ سے اپنا حصہ کھونا ہے۔"[24]

الفوزالکبیر میں ایک جگہ روایات کی مختلف اقسام ذکر کرکے شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس قسم کی روایات نہ سبب نزول کی تعریف میں داخل ہیں اور نہ مفسر کے لئے ان سے واقف ہونا ضروری ہے اور جن روایات کی طرف انہوں نے اشارہ فرمایا ہے۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"صحابہ کرام کا علمی مباحثوں میں کسی آیت سے استدلال کرنا، حضور نبی کریم ﷺ کا کسی آیت سے استشہاد کرنا، آیت کا مضمون حدیث میں بھی ہو تو اس آیت کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنا، مفسرین کا کسی آیت کے نازل ہونے کا مقام بیان کرنے کے لئے روایت ذکر کرنا، قرآن کریم میں مبہم طور پر ذکر کئے جانے والے اسماء کو روایات سے متعین کرنا، وہ احادیث ذکر کرنا جن میں کسی لفظ کا صحیح تلفظ بتایا گیا ہو، مختلف آیتوں اور سورتوں کے فضائل پر مشتمل روایات ذکر کرنا یا وہ احادیث بیان کرنا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم پر نبی کریم نے کیسے عمل فرمایا۔"[25]

یہ روایات شاہ صاحب کے نزدیک اسباب نزول میں داخل نہیں ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ شاہ صاحب کے نزدیک اسباب نزول کی معرفت ضروری نہیں، بدیہی طور پر غلط ہے۔

7. اسباب نزول اور ربط آیات

اسباب نزول سے متعلق یہ بحث بہت اہمیت کی حامل ہے کہ قرآنی آیات کی تفسیر میں پہلے سبب نزول بیان کیا جائے یا آیات میں ربط و مناسبت پہلے بیان کرنا ضروری ہے۔ علامہ زرکشیؒ کی رائے یہ ہے کہ عام حالات میں پہلے ربط اور آیات کی مناسبت پہلے بیان کی جائے اور بعد میں اسباب نزول، البتہ جہاں آیات کی مناسبت سبب نزول کے جاننے پر موقوف ہو وہاں پہلے سبب نزول ذکر کیا جائے اور بعد میں آیات کی مناسبت۔ اس کی انھوں نے ایک مثال ذکر کی ہے کہ سورۃ النساء میں آیا ہے

"أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا"[26]

"جن لوگوں کو کتاب (یعنی تورات کے علم) میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا کہ وہ (کس طرح) بتوں اور شیطان کی تصدیق کررہے ہیں اور کافروں (یعنی بت پرستوں) کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مومنوں سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔"

اس آیت کا سبب نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ غزوہ بدر کے بعد یہود کا سردار کعب بن اشرف مکہ گیا اور مشرکین مکہ کو مسلمانوں سے

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur
Vol.1, No.01, July to Dec. 2023,
Page No. 63- 76

انتقام لینے کے لئے اکسایا۔ مشرکین نے اس سے سوال کیا کہ بتاؤ محمد سیدھے راستے پر ہے یا ہم؟ اس نے جواب دیا کہ تم لوگ۔ اس آیت میں اس کی جانب اور اس جیسے دوسرے یہود کی جانب اشارہ ہے جن کو اپنی الہامی کتابوں کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں علم تھا اور یہ بات ان کے پاس امانت تھی، مگر انھوں نے اس میں خیانت کیا۔ آگے اسی سیاق میں ایک آیت میں عمومی خطاب ہے

"إِنَّ اللہَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا۔"[27]

"یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اپنے حق داروں تک پہنچاؤ۔"

مذکورہ بالا سبب نزول پیش نظر ہو تو مذکورہ آیتوں میں ربط اور مناسبت کی وضاحت آسان ہو جاتی ہے اس لئے ایسی صورت میں پہلے سبب نزول ذکر کیا جائے اور بعد میں ربط اور مناسبت۔ البتہ عام حالات میں مناسبت پہلے ذکر کی جائے اور سبب نزول بعد میں۔

8. اسباب نزول کی استنادی حیثیت

اسباب نزول سماعی ہوتے ہیں ان میں اجتہاد کو دخل نہیں ہے اس لئے ان میں سماع پر انحصار کرنا ضروری ہے بغیر سماع کے محض اجتہاد سے سبب نزول بیان کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ علامہ واحدیؒ لکھتے ہیں

"ولا يحل القول في أسباب نزول الكتاب، إلا بالرواية والسماع ممن شاهدوا التنزيل، ووقفوا على الأسباب، وبحثوا عن علمها"[28]

"ان حضرات سے روایت اور سماع کئے بغیر کتاب اللہ کے اسباب نزول کے بارے میں بات کرنا جائز نہیں ہے جو نزول قرآن کے وقت حاضر تھے اور اسباب نزول سے واقف تھے اور ان کے جاننے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔"

اب جب یہ بات متعین ہوگئی کہ اجتہاد کو اسباب نزول میں دخل نہیں ہے بلکہ ان میں روایت اور سماع پر انحصار کرنا ضروری ہے تو جان لینا چاہئے کہ اسباب نزول دو قسم پر ہیں:

ایک قسم وہ واقعات وحادثات جس کی طرف خود آیات میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ ان آیات کو ان کے پس منظر جانے بغیر کماحقہ نہیں سمجھا جاسکتا ہے، جیسے کسی آیت میں کسی غزوہ یا زمانہ جاہلیت کے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہو تو اس واقعہ کی تفصیل جانے بغیر آیت میں مذکور اس سے متعلقہ جزئیات نہیں سمجھی جاسکتی ہے۔ اسباب نزول کی یہ پہلی قسم چونکہ روایت پر مبنی ہوتی ہے اور اس میں اجتہاد کا دخل نہیں ہوتا اس لئے علماء نے بلا اختلاف اس کو حدیث مسند کا درجہ دیا ہے۔ اس حوالے سے علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

"إذا ذكر سببا نزلت عقبة، فإنهم كلهم يدخلون مثل هذا في المسند۔"[29]

"جب کسی آیت کے سبب نزول میں "اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی" کے الفاظ استعمال کریں تو اس قسم کی روایات کو اہل علم حدیث مسند میں داخل سمجھتے ہیں۔"

دوسری قسم وہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی آیت کے بارے میں "نزلت في كذا" کے الفاظ استعمال کرے تو یہ حدیث مسند ہے یا نہیں اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام سیوطیؒ اس کو بھی حدیث مرفوع سمجھتے ہیں جیسا کہ پہلی قسم کا حکم ہے، چنانچہ وہ امام حاکم کی رائے نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

" إذا أخبر الصحابي الذي شهد الوحي والتنزيل عن آية من القرآن أنها نزلت في كذا فإنه حديث مسند ومشى على هذا ابن الصلاح وغيره۔"[30]

"جب صحابی جو نزول وحی کے وقت موجود تھا، قرآن کریم کی کسی آیت میں کہہ دے کہ "نزلت فی کذا" تو یہ حدیث مسند میں داخل ہے اور یہی موقف ابن الصلاح وغیرہ کا ہے۔"

راقم کے نزدیک ہر وہ سبب نزول جس میں کسی صحابی نے کسی آیت کے بارے میں "نزلت في كذا" کے الفاظ استعمال کئے ہوں ،اس کو اگر سبب نزول مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اسباب نزول میں اجتہاد کو دخل ہے، کیونکہ صحابہ کرام جب کسی آیت کے بارے میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو بسا اوقات اس سے وہ شان نزول مراد لیتے ہیں۔یعنی ایسا واقعہ یا حادثہ مراد ہوتا ہے جو نزول آیت کے وقت پیش آیا ہو۔اس معنی کے اعتبار سے اس میں اجتہاد کو دخل نہیں ہو سکتا اور درحقیقت اسی کو ہی سبب نزول کہتے ہیں، لیکن بعض اوقات وہ کوئی ایسا واقعہ ذکر کرتے ہیں جو نزول آیت کے بعد کا ہوتا ہے لیکن آیت اس کے حکم کو شامل ہوتی ہے۔اس وجہ سے وہ کہہ دیتے ہیں کہ "نزلت في كذا"۔اس سے ان کا مقصود اس واقعہ کو آیت کا شان نزول قرار دینا نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت اس قسم کے واقعات کو شامل ہے۔اب ظاہر ہے کہ یہ تو صحابی کا اپنا اجتہاد ہوتا ہے روایت سے اس کا تعلق نہیں ہوتا۔لہذا معروف معنی کے اعتبار سے اس کو سبب نزول نہیں کہا جاسکتا ہے، لہذا جب یہ صورت سبب نزول میں داخل نہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ اسباب نزول میں اجتہاد کو دخل نہیں ہے۔اس حوالے سے علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

"وقولهم نزلت هذه الآية في كذا، يراد به تارة أنه سبب النزول، ويراد به تارة أن ذلك داخل في الآية وإن لم يكن السبب۔"[31]

"اور صحابہ کرام کا قول "نزلت هذه الآية في كذا" سے کبھی سبب نزول مراد ہوتا ہے اور کبھی مراد یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت کے حکم میں داخل ہے اگر اس کا سبب نہیں ہے۔"

اب یہ بات تو واضح ہوئی کہ صحابہ کرام کے کسی آیت کے بارے میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے کبھی آیت کا شان نزول مراد ہوتا ہے اور اس کی بنیاد روایت پر ہوتی ہے اور علماء کرام اس کو حدیث مسند کا درجہ دیتے ہیں البتہ بعض اوقات اس سے شان نزول مراد نہیں ہوتا بلکہ یہ صحابہ کرام کا اپنا اجتہاد ہوتا ہے اور وہ اپنے اجتہاد کی بنیاد پر واقعے کو کسی آیت کے تحت داخل کرتے ہیں اس صورت کو حدیث مسند کہا جاتا ہے یا نہیں۔اس حوالے سے علماء کی آراء مختلف ہیں۔جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی مسانید کے حکم میں داخل ہیں، البتہ بعض حضرات اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کو مسانید میں شامل نہیں کرتے۔امام بخاریؒ اسے اس صحابی کی مسند میں داخل سمجھتے ہیں جبکہ امام احمد بن حنبلؒ اسے مسانید میں شامل نہیں کرتے۔علامہ زرکشیؒ اپنی کتاب "البرهان في علوم القرآن" میں اس حوالے سے لکھتے ہیں

"وقد عرف من عادة الصحابة والتابعين أن أحدهم إذا قال نزلت هذه الآية فى كذا فإنه يريد بذلك أن هذه الآية تتضمن هذا الحكم لا أن هذا كان السبب فى نزولها وجماعة من المحدثين يجعلون هذا من المرفوع المسند "[32]

"صحابہ اور تابعین کی یہ معروف عادت ہے کہ جب ان میں سے کوئی "نزلت هذه الآية فى كذا" کہتا ہے تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ آیت اس حکم کو شامل ہے یہ مراد نہیں ہوتی کہ یہ اس کے نزول کا سبب ہے اور محدثین کی ایک جماعت اس کو مرفوع مسند کی قبیل سے قرار دیتے ہیں۔"

مذکورہ بالا عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام کے بیان کردہ جو روایات سبب نزول کی بیان کردہ تعریف کے مطابق اسباب نزول میں داخل ہیں وہ بالاتفاق حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں۔البتہ جہاں پر صحابہ کرام کسی آیت سے متعلق یہ کہہ دیں کہ "نزلت هذه الآية في كذا" اس سے اگر ان کی مراد سبب نزول ہو تو یہ بھی بلا اختلاف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے البتہ اگر اس سے ان کی مراد یہ ہو کہ یہ آیت اس واقعہ یا حادثہ کو بھی شامل ہے سبب نزول مراد نہ ہو تو اس کے حکم میں اختلاف ہے اکثر علماء حضرات اس کو بھی مرفوع

Vol.1, No.01, July to Dec. 2023,
Page No. 63- 76

حدیث کا درجہ دیتے ہیں اور اس قسم کی روایات کو ان صحابہ کی مسانید میں شمار کرتے ہیں، البتہ بعض اہل علم حضرات ان روایات کو صحابہ کرام کے اجتہاد کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو ان کی مسانید میں شمار نہیں کرتے ہیں۔

9. عموم لفظ اور خصوص سبب میں اعتبار کی بحث

علمائے اصول کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ قرآنی آیات میں اصل اعتبار عموم لفظ کا ہے یا سبب نزول کے خصوص کا۔ یہ مسئلہ اسباب نزول کے حوالے سے بہت اہم مسئلہ ہے اور تمام علماء کرام جنہوں نے اسباب نزول سے متعلق کام کیا ہے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے "الاتقان فی علوم القرآن "لفظ کے عموم کو اعتبار دینے کو ترجیح دی ہے یعنی اگر لفظ عام ہو اور اس کا سبب نزول خاص ہو تو آیت کو سبب نزول کے ساتھ خاص نہیں مانا جائے گا بلکہ اس کے عموم میں جو بھی داخل ہو گا اس کو اس آیت کا حکم شامل سمجھا جائے گا، اس پر انہوں نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عمل سے استدلال کیا ہے کہ وہ لفظ کے عموم کا اعتبار کرتے تھے۔[33] جمہور کا موقف بھی یہ ہے کہ اصل اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا، البتہ اس میں تفصیل ہے جس کو مفتی تقی عثمانی نے اپنی کتاب "علوم القرآن" میں بڑے حسین پیرائے میں بیان کیا ہے، ذیل میں اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی جو آیتیں اسباب نزول کی تحت نازل ہوئی ہیں، وہ اپنے عموم و خصوص کے لحاظ سے چار قسم کی ہیں:

9.1 خاص شخص کا نام متعین

وہ آیتیں جن میں کسی خاص شخص کا نام لے کر متعین کر دیا گیا ہے کہ آیت اس خاص شخص کے بارے میں ہے، ایسی آیتوں کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ ان کا مضمون خاص اسی شخص کے بارے میں قرار دیا جائے گا اور دوسروں کو شامل نہیں ہو گا، مثلاً یہ آیت

"تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ۔"[34] "ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔"

9.2 خاص شخص کا نام لیے بغیر اوصاف کا بیان

وہ آیات جن میں کسی خاص شخص یا گروہ یا چیز کا نام لئے بغیر اس کے کچھ اوصاف بیان کئے گئے ہوں اور ان اوصاف پر حکم لگا دیا گیا ہو، لیکن دوسرے دلائل سے ثابت ہو کہ آیت کا حکم فلاں متعین شخص، گروہ یا چیز کے لئے ہے، اس صورت میں علماء کا اتفاق ہے کہ آیت کا حکم اس خاص شخص، گروہ یا چیز تک محدود رہے گا، مثلاً سورۃ اللیل کی آیات مبارکہ:

"وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى۔"[35]

"اور اس آگ سے وہ متقی ترین شخص بچا لیا جائے گا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کی غرض سے مستحقین کو دیتا ہے۔"

ان آیات مبارکہ کے بارے میں دلائل سے ثابت ہے کہ ان کا مصداق حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ اسی طرح واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کی آیات وغیرہ۔

9.3 عموم لفظ اور خصوصی سبب میں اختلاف

وہ آیات جو کسی خاص واقعہ میں نازل ہوئی تھیں لیکن ان کے الفاظ عام ہیں اور خارجی دلیل سے بھی اس کے عموم کی تائید کی گئی ہے تو ایسی آیات میں بالاتفاق الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا اور سبب نزول کے واقعے کی نوعیت کے ہر واقعہ کو آیت کا حکم شامل ہو گا، جیسا کہ لعان یا ظہار کی آیات مبارکہ، ان آیات کا سبب خاص ہے لیکن حکم عام ہے اور ان آیات کے حکم کے عموم کی تائید دوسرے دلائل سے بھی

ہوتی ہے۔

9.4 عموم لفظ اور خصوصی سبب

چوتھی قسم ان آیات کی ہیں جو کسی خاص سبب کے تحت نازل ہوئی ہیں اور ان کے الفاظ عام ہیں البتہ کسی خارجی دلیل سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا حکم عام ہے یا سبب نزول کے ساتھ خاص ہے ایسی آیات کے بارے میں عموم لفظ اور خصوصی سبب کے حوالے سے معمولی سا اختلاف ہے جس میں جمہور علماء کا موقف یہ ہے ان میں الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا اس کے علماء وفقہاء میں یہ جملہ مشہور و معروف ہے کہ "العبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب"۔

واضح رہے کہ یہ اختلاف نظریاتی نوعیت کا ہے اور اس سے حکم میں کوئی عملی فرق واقع نہیں ہوتا، مثلاً جو لوگ خصوص سبب کا اعتبار کرتے ہیں وہ بھی سبب نزول کی نوعیت کے واقعے کا وہی حکم بیان کرتے ہیں جو سبب نزول کے واقعے کا ہوتا ہے البتہ اس حکم کا ماخذ وہ حدیث، اجماع یا قیاس قرار دیتے ہیں جبکہ جو لوگ عموم لفظ کا اعتبار کرتے ہیں وہ اسی آیت کو اس حکم کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔[36]

خلاصۃ البحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سبب نزول سے مراد وہ واقعہ، حادثہ یا سوال ہے جس کے نتیجے میں قرآن کریم کی ایک یا ایک سے زیادہ آیات نازل ہوئی ہوں۔ قرآن فہمی میں اسباب نزول کی معرفت کو بہت اہمیت حاصل ہے اور بہت ساری آیات ایسی ہیں کہ جن کے سبب نزول سے واقفیت کے بغیر ان کا درست مفہوم معلوم نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء نے قرآن فہمی کے لئے اسباب نزول کے علم کو لازم قرار دیا ہے اور شاہ ولی اللہؒ کی طرف جو یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ انھوں نے اسباب نزول کو اہمیت نہیں دی ہے غلط ہے دراصل انھوں نے اس حوالے سے پائے جانے والے افراط و تفریط پر تنقید کی ہے جس سے بعض حضرات نے یہ غلط نتیجہ اخذ کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ جب کسی آیت کے تحت "نزلت في كذا" جیسے الفاظ کہہ دیں تو اس سے بسا اوقات اس آیت کا سبب نزول مراد ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات ایسا کہنے سے ان کی مراد سبب نزول جیسے واقعے کو آیت کے عموم میں شامل کرنا ہوتا ہے، سبب نزول کا تعلق سماع سے ہوتا ہے اور اس میں اجتہاد کو دخل نہیں ہوتا، البتہ سبب نزول کی نوعیت کے دوسرے واقعات کو آیات کے عموم میں شامل کرنے کا تعلق اجتہاد سے ہوتا ہے۔ سبب نزول جب خاص ہو اور آیت کے الفاظ عام ہوں تو الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جائے البتہ جہاں تخصیص کا کوئی قابل اعتبار قرینہ پائے جائے گا وہاں سبب کے خصوص کا اعتبار کیا جائے گا۔

نتائج

اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

1. صحابہ و تابعین کی یہ عام عادت ہے کہ جب وہ کہتے ہیں کہ فلاں آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ آیت اس حکم پر مشتمل ہے، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ بات واقعی اس آیت کے نزول کا سبب ہے۔
2. حضرات مفسرین نے بہت ساری آیات کے پس منظر میں اسباب نزول کو بڑے اہتمام سے بیان کیا ہے کیونکہ آیات قرآنی کے مدلولات سمجھنے اور ان کے معانی کا صحیح ادراک حاصل کرنے کے لئے اسباب نزول سے واقفیت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔
3. علماء کی کثیر تعداد نے اسباب نزول پر مستقل کتب لکھی ہیں۔ اس موضوع پر سب سے پہلے امام علی ابن مدینیؒ نے کام کیا ہے اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ امام سیوطیؒ، ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہؒ وغیرہ نے اپنی تصانیف میں اس موضوع کو زیر بحث لایا ہے۔

4. بہر حال تفسیری کتب میں موجود کئی مختلف شانِ نزول والی آیتوں یا سورتوں کا اصل شان نزول معلوم کرنا خاصا دشوار کام ہوتا ہے اور اس میں ایک مفسّر کے لیے بڑا امتحان ہوتا ہے کہ وہ غور و فکر اور تحقیق کر کے اصل شانِ نزول معلوم کرے۔

مصادر و مراجع

---

1 ابن اثیر،الجزری،علی بن محمد،النهاية فی غريب الحديث والاثر ، ، المكتبة العلميه ،بيروت ،1979ء ج2، ص:329
Abne ạsir , ạljazry̰ , ạlnhạy̰ha fi gẖry̰b ạlḥdy̰tẖ wạlạser , , ạlmḵtaba ạlʿelmiah by̰rut, 1979 ,ʾ V2 ,P329

2 الزُّرْقاني ،محمد عبد العظيم ، مناهل العرفان فی علوم القرآن ،الناشر،مطبعة عيسى البابى،طبع،ثالث،ج1،ص:106
Alzũr̊qạni Muḥammad ʿab̊dulạl̊aẓīmi , mnạhil Al̊ʿ-ur̊fāni fyi ʿulūmul ạl̊qur̊ận ạlnãạsẖir mṭbʿh ʿy̰sy̰ ạlbạbi ṭ[n] , V1 , P106

3 مناع بن خليل القطان،مباحث فی علوم القرآن ، الناشر،مكتبه المعارف والتنزيل، طبع، ثالث، 2000ء، ص:78
Manāʿi b̊In kẖalil ạl̊qaṭā mabāḥitẖ fī ʿulūmul ạl̊qur̊ậni, ạlnãạsẖira, mḵtbh ạl̊maārifa wạltnzyil, , 2000ʾ, P78

4 مقبل بن بادی،الهمدانی،الصحيح المسند من اسباب النزول ، مكتبة ابن تيمية، قاہرہ ،1987ء،ص:13
Muq̊bila b̊n hạdy̰, ạlhmdạny̰, ạlṣḥy̰ḥ ạl̊mus̊nada mina ạsbạb ạlnũzūla ,mḵtbh ạib̊na ty̰my̰, qạhrh, 1987ʾ, P13

5 القرآن ، 95:4
Al- Qur'an , 4 :95

6 ابن كثير،ابوالفداء،اسماعيل بن عمر، تفسيرابن كثير،،الناشر،دارطيبة للنشر والتوزيع ،1999، ج2،ص:385
Ab̊ne ḵasir , ạbullfdạʾ , ismạil bin ʿumari[n], tafser ạbne ḵasir ,ạlnãạsẖira , dạrṭy̰bh lilnãs̊ẖra wạltwzy̰ʿ , 1999 ,V2 ,P385

7 واحدی،ابوالحسين،علی بن احمد، اسباب النزول القرآن،الناشر،المكتبة العصرية، 2004ء،ص:8
Wạḥdi, ạbulḥsin, ʿAli b̊n ạiḥ̊mad̊, ạsbạb ạlnũzūla, ạlnãạsẖira, ạlmḵtbh ạlʿṣry̰hah 2004ʾ ,P8

8 سيوطی،جلال الدين،عبدالرحمن بن ابی بكر، لباب النقول فی اسباب النزول ،دارالكتب العلمية،بيروت، ص:3
Syuti, jalāala ạldyn, ʿab̊dālraḥ̊mana b̊n ạby̰ bḵr b̊n muḥamādi[n], libāba ạlnũqūli fy̰ ạsbạb ạlnũzūla, dạrạlḵtb ạlʿlmy̰h, b̰yrut ,P3

9 الزركشی،بدرالدين،محمد بن عبدالله، البرهان فی علوم القرآن ، دارالمعرفة، بيروت، 1957ء، ج1، ص:22
Zarkashi, bdrạldy̰n, muḥamāda b̊n ʿbdạllh ,ạlbrhạn fi ʿulūmul ạl̊qur̊ậni , dạrạlmʿrfh, by̰rut,1957 ,ʾ ,V1,P22

10 القرآن ، 145:6
Al- Qur'an, 6 :145

11 القرآن ، 187:3
Aalay im̊rānu[n], 3 :187

12 ابن كثير‘تفسيرابن كثير ، ج2،ص:181
Ibn e Kasir,Tafsir Ibn e kasir, V2, P181

13 القرآن ، 43:4
Al- Qur'an, 4:43

14 القرآن ، 158:2
Al- Qur'an, 2:158

15 الرازی،فخرالدين،ابوعبدالله،محمد بن عمر، مفاتيح الغيب(تفسير كبير) ، داراحياء التراث العربی، بيروت، 1420ھ،ج4، ص:138
Al.Razi Fkẖrạldyn, ạbwʿbdạllh, muḥamāda b̊n ʿumari[n], mfạty̰ḥ ạlgẖy̰b (tfsy̰r ḵbyr), dạrạḥy̰ạʾ ạltũrātẖa ạlʿrby, by̰rwt, 1420, V4, P138

16 القرآن ، 93:5

Al- Qur'an, 5:93

17 ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، مختصر منہاج السنہ النبویہ، دارالمعرفہ، اُردو بازار لاہور، 1998ء، ص: 436

Sẖykẖ ạlạslạm ạib̊na ty̰my̰h, mukẖ̊taṣara mnhạj ạlsnہ ạlnbwy̰h, dạrạlmʿrfh, ạurdw bāzāra lạhwr, 1998ʾ, P436

18 القرآن، 115:2

Al- Qur'an , 2 :115

19 ابن کثیر، حافظ عماد الدین، تفسیر ابن کثیر،(اُردو)مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2009ء، ج1، ص :222

Hāfaẓa ʿimādu ạldy̰n , tfsy̰r ạib̊na ḵthy̰r, (ạurdw) mḵtbh ạslạmy̰h lạhwr, 2009ʾ,V1, P222

20 القرآن، 4:65

Al- Qur'an, 4 :65

21 القرآن، 2:200

Al- Qur'an, 2: 200

22 شاہ ولی اللہ، الفوزالکبیر، اردو ترجمہ رشید احمد انصاری ، مکتبہ برہان،،دہلی ص:30

Sẖạh Waliullah ạllh , ạlfwzạlḵbir , , mḵtabh burhạn, dehli , P30

23 ایضا ،ص39

Ibid P39

24 ایضا، ص:5

Ibid, P5

25 شاہ ولی اللہ، الفوزالکبیر، مکتبہ فخریہ، مرادآباد، 1358ھ،ص:22

Sẖạh wly̰ ạllh, ạlfwzạlḵby̰r, mḵtbh fkẖry̰, mrạdâbạd,1358 , P22

26 القرآن، 51:4

Al- Qur'an, 4 : 51

27 ایضا، 58:4

Ibid, 4: 58

28 واحدی،ابوالحسین،علی بن احمد، اسباب النزول القرآن ،ص:8

Asbạb ạlnũzūla, P8

29 ابن تیمیہ ،احمد بن عبدالحلیم, تقی الدین ، مقدمۃ فی اصول التفسیر، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت،1980ء، ص:16

Ib̊na ty̰my̰h, ḥrạny̰, tqy̰ ạldy̰n, ạiḥ̊mad̊ b̊n ʿbdạlḥly̰m, mqdmh fy̰ ạṣwl ạltfsy̰r, dāra mḵtbh ạlḥy̰ạh by̰rwt, , 1980 P16

30 سیوطی،جلال الدین،عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد،الاتقان فی علوم القرآن ، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، مصر،1974ء، ج1،ص:115

Sayuti, jalāala ạldyn, ʿab̊dālraḥ̊mana b̊n ạby̰ bḵr b̊n muḥamādu, ạlạtqạn fy̰ ʿulūma ạl̊qur̊ậni, ạlhyẙ̰h ạlmṣry̰h ạlʿạmh llḵṭạb, ṭab̊ʿuⁿ, miṣ̊ruⁿ,1974 , v1, P 115

31 ابن تیمیہ ،مقدمۃ فی اصول التفسیر،ص:11

Ibney Taymia, Muqdmh fi ạṣwl ạltfsy̰r, P11

32 بدرالدین ،الزرکشی ،البرھان فی علوم القرآن ،ج1،ص:32-31

Badurdin , Alzurkashi,Albrhạn fi ʿulūma ạl̊qur̊ậni, V1, P 31-32

33 سیوطی ،الاتقان فی علوم القرآن ،ج1،ص:110

Sayooti , Alạtqạn fi ʿulūma ạl̊qur̊ậni, V1, P110

Vol.1, No.01, July to Dec. 2023,
Page No. 63- 76

34 القرآن ، 01:111

Al- Qur'an, 111 : 01

35 القرآن ، 17-18:92

Al- Qur'an l, 92: 17 - 18

36 عثمانی تقی، مفتی، علوم القرآن، کراچی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، 2008ء، ص:85

Usmani Taqi , mufti, ʿulūma ạl̊qur̊ận̊i, k̠rạch̠y̰, muk̠tba, mk̠tb ۃdạrạlʿlwm k̠rạch̠i, 2008, P85